اکائی 1 داستان: فنی جائزہ اور آغاز وارتقا

ساخت

1.1 اغراض ومقاصد
1.2 تمہید
1.3 داستان کی تعریف
1.4 داستان کا فن
1.5 داستان کا آغاز وارتقاء
1.6 آپ نے کیا سیکھا
1.7 اپنا امتحان خود لیجیے
1.8 سوالات کے جوابات
1.9 فرہنگ
1.10 کتب برائے مطالعہ

1.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- داستان کسے کہتے ہیں اس کی جانکاری حاصل کریں گے
- داستان کے فنی لوازمات کا مطالعہ کریں گے
- داستان کا آغاز وارتقا کیسے ہوا یہ جانیں گے

1.2 تمہید

داستان ایک ایسی افسانوی نثری صنف ہے جس میں تخیل کی مدد سے مواد یا مضامین کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ قارئین حیرت واستعجاب میں پڑ جائیں۔ طوالت اور مافوق فطری عناصر اس صنف کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ اس میں موجود افراد اور ان سے متعلق واقعات کا اگر چہ کوئی وجود نہیں ہوتا ہے، اس کے باوجود داستان نگار کی پیشکش سے قارئین ان افراد اور واقعات پر یقین کرنے لگتے ہیں۔ داستان کا باقاعدہ آغاز 1635 میں ملا وجہی کی نثری داستان 'سب رس' سے ہوتا ہے۔ اپنے آغاز سے لے کر انقلاب اٹھارہ سو ستاون تک اس صنف نے مختلف ارتقائی منازل طے کیے۔ نوطرز مرصع، باغ و بہار اور فسانۂ عجائب جیسی داستانوں نے اردو داستان کوئی بلندیاں عطا کیں۔ انقلاب اٹھارہ سو ستاون کے بعد داستانیں زوال آمادہ ہو گئیں اور اس کی جگہ ایک نئی افسانوی نثری صنف ناول نے لے لی تھی۔

1.3 داستان کی تعریف

داستان کے لغوی معنی قصہ، کہانی، حکایت، طویل افسانہ، سرگذشت، تاریخ اور شہرت کے ہیں۔ اس کا بنیادی مقصد تفریح بہم پہنچانا ہوتا ہے۔ داستان کی دنیا خیالی ہوتی ہے۔ خطرناک مہمات، حسن و عشق کی رنگینی اور لطف بیان سے داستانوں کو مسحور کن بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس طرح کہانیوں کی دنیا ان دیکھے واقعات، خلاف عقل باتوں اور مافوق فطری چیزوں سے بھری ہوتی ہے، اسی طرح داستانوں میں بھی مافوق فطری عناصر اور ان دیکھی اور ناقابل یقین چیزوں کا بیان ہوتا ہے۔ داستان کی تعمیر و تشکیل میں طوالت، پیچیدگی اور مافوق فطری عناصر بنیادی رول ادا کرتے ہیں۔

دیگر شعری اور نثری اصناف کی طرح داستان کی بھی دوٹوک تعریف تو نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس میں بعض ضروری عناصر مثلاً خیالی واقعات کا بیان، مافوق فطری عناصر کی تحیر خیزی، حسن و عشق کی رنگینی، واقعات و حادثات کی بہتات و پیچیدگی اور بیان کی لطافت کی بنیاد پر داستان کو ایک ایسی رومانی کہانی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جس میں خیالی واقعات و حادثات کی بہتات و پیچیدگی، حسن و عشق کی رنگینی، مافوق فطری عناصر کی تحیر خیزی اور بیان کی لطافت پائی جاتی ہے۔ اس صنف کا بنیادی مقصد قارئین یا سامعین کو فرحت و مسرت کا سامان فراہم کرنا ہوتا ہے۔

1.4 داستان کا فن

داستان اس ماحول کی پیداوار ہے جہاں لوگوں کے پاس فراغت تھی۔ عوام روزگار اور آخرت کی فکر سے آزاد تھے۔ چنانچہ وقت گزارنے کے لیے انھوں نے اس عہد میں جہاں عورت اور شراب کا سہارا لیا، وہیں داستان سننے اور سنانے کو بھی ایک اچھا مشغلہ متصور کیا۔ داستان گو حضرات جزیات نگاری کی مدد سے داستانوں کو طول دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ طوالت داستان کے فن کا ایک بنیادی عنصر بن گیا۔

داستان کی تعریف پیش کرتے ہوئے یہ بتایا جاچکا ہے کہ اس کی تعمیر و تشکیل میں مافوق فطری عناصر کا بنیادی رول ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ داستانوں میں جن، دیو، پریاں، جادوگر، سحر، اسم اعظم، اسم تسخیر، لوح، نقش اور قلب ماہیت جیسے مافوق فطری عناصر کی بہتات ہوتی ہے۔ داستانوں میں ایسے مردوں کو پیش کیا جاتا ہے جو طاقت، جوانمردی، جرأت، ہمت، جود و سخا، محبت، ایثار اور دیگر تمام خوبیوں میں عدیم المثال ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسی عورتوں کا بیان کیا جاتا ہے جن کی خوبصورتی دونوں جہان میں ناپید ہوتی ہے۔ اسی طرح کی ڈھیر ساری مافوق فطری، بعید از قیاس اور غیر حقیقی چیزوں کو داستان میں پیش کیا جاتا تھا۔

داستان کے فن کا ایک بنیادی عنصر طوالت ہے۔ اس میں پیش کردہ واقعات بے حد طویل ہوتے ہیں۔ داستان کی طوالت کو برقرار رکھنے کے لیے داستان نگار ایک مرکزی واقعہ کو کئی واقعات سے وابستہ کردیا کرتے تھے۔ اس طرح داستان کہانی کی طویل اور نسبتاً پیچیدہ صنف ہے اور اس کا بیان ہمیشہ طوالت اختیار کر جاتا ہے۔

قصہ یا واقعے کو پیش کرنے کے عموماً دو طریقے ملتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ داستان نگار خود اپنی زبان سے واقعے کو بیان کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ داستان نگار واقعے یا قصہ میں حصہ لینے والے کسی فرد کی زبانی واقعے کو بیان کرواتا ہے۔

داستان میں پیش کردہ واقعات کی ترتیب یا اس کی تنظیم کو پلاٹ کہا جاتا ہے۔ بغیر اس کے داستان میں دلکشی یا

تجسس قائم نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پلاٹ کو ریڑھ کی ہڈی بھی کہا جاتا ہے۔جس طرح ریڑھ کی ہڈی انسان کے جسم کو متوازن رکھتی ہے اسی طرح کسی بھی داستان میں پلاٹ مختلف واقعات کو مربوط ومنضبط کرنے کا کام کرتا ہے۔

داستان کی ابتدا سے لے کر اخیر تک قاری کے دل میں یہ خواہش یا تجسس کا برقرار رہنا کہ آگے کیا ہوگا یا آگے کیا ہونے والا ہے، قصہ پن کہلاتا ہے۔ یہ تجسس یا قصہ پن داستان کی جان ہے۔ یہ نہ ہوتو قارئین داستان پڑھنے میں دلچسپی نہیں لیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ داستان نگار اپنی داستانوں میں کچھ ایسی تکنیک اختیار کرتے تھے جس سے قارئین آگے کیا ہونے والا ہے کے انتظار میں داستان کو مسلسل پڑھا یا سنا کرتے تھے۔

داستان میں پیش کردہ واقعات کو آگے بڑھانے میں کرداروں کا بے حد اہم رول ہوتا ہے۔ دراصل انسانی فطرت کے مختلف اختلافات بظاہر فرد کے مزاج اور اس کی فطرت پر مبنی دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کا انحصار کئی داخلی اور خارجی عوامل پر ہوتا ہے۔ فرد کا گھریلو ماحول، خاندانی پس منظر، اس کی تعلیم وتربیت، معاشی اور اقتصادی حالات وغیرہ اس کی شخصیت کو بنانے اور بگاڑنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اسی سے اس کے جذبات وخیالات میں تبدیلی آتی ہے۔ کرداروں کو پیش کرتے وقت داستان نگار ان تمام پہلوؤں پر نظر رکھتے تھے۔

کرداریوں تو دو طرح کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایسے کردار جو شروع سے اخیر تک ایک ہی ڈگر پر چلتے ہیں یا ان میں زندگی کے کسی بھی موڑ پر کسی نوع کی تبدیلی نہیں آتی، انھیں سپاٹ کردار کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ کردار جن میں زندگی کے نت نئے تجربات کے تحت تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، انھیں مکمل کردار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ داستانوں کے کردار عام طور پر سپاٹ ہوا کرتے تھے۔

کرداروں کے درمیان باہم بات چیت یا گفتگو کو مکالمہ کہا جاتا ہے۔ عام طور پر داستان نگاروں نے اپنی داستانوں میں مکالموں کا کم سے کم استعمال کیا ہے۔ لیکن جب بھی استعمال کیا ہے، کرداروں کی فطرت، مذاق ،مزاج اور معیار کا خاص خیال رکھا ہے۔

واقعے کے محل وقوع، زمانہ، موسم اور دیگر حالات کی تصویر کشی کو منظر نگاری یا جزیات نگاری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ داستان نگار کے قدرت بیان پر منحصر ہے کہ وہ کسی منظر کو کس قدر تجسیم عطا کرتا ہے۔ یعنی وہ لفظوں کے ذریعے کسی باغ، موسم برسات، سردی، گرمی وغیرہ کو کس حد تک قارئین کی آنکھوں کے سامنے فلم کی مانند محسوس کراپاتا ہے۔ اردو کی بیشتر داستانوں میں منظر نگاری اور جزیات نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ اس کی مدد سے داستان نگاروں نے ہندستانی معاشرت کی بھرپور عکاسی کی ہے۔

کرداروں کی نفسیات، اس کے مذاق ومزاج، اس کی پسند وناپسند کی کامیاب عکاسی کسی بھی داستان کو فنی اعتبار سے مکمل کرنے میں بے حد مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ داستان نگاروں نے اپنی داستانوں میں موقع اور محل کے مطابق کرداروں کے احساسات وجذبات کی فطری اور منطقی عکاسی کی ہے۔

داستان نگار جب کسی واقعہ کو اپنے داستان کا موضوع بناتا ہے تو اس کے پس پردہ اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور پوشیدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ داستان کے اخیر میں داستان نگار اپنے نقطۂ نظر یا نظریۂ حیات کو براہ راست یا بالواسطہ انداز میں ضرور پیش کرتا ہے۔

اردو کی بیشتر داستانیں رومانی عشقیہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ داستان نگاروں نے اس میں اسی کے مطابق اسلوب یا زبان و بیان کا استعمال کیا ہے۔ اردو کے بیشتر داستان نگاروں نے اپنی داستانوں میں مناسب اور برمحل روزمروں یا محاوروں کا استعمال کر کے داستان کو بے حد دلکش اور دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کسی بھی داستان کو فنی اعتبار سے مکمل بنانے میں قصہ یا واقعہ، پلاٹ، قصہ پن، کردار، مکالمہ، منظر نگاری، جذبات نگاری یا جزیات نگاری، نقطۂ نظر اور اسلوب یا زبان و بیان جیسے ضروری عناصر ترکیبی بے حد اہم رول ادا کرتے ہیں۔

1.5 داستان کا آغاز و ارتقا

داستان کا آغاز یوں تو پندرہویں صدی میں منظر عام پر آئی مثنوی 'کدم راؤ پدم راؤ' سے ہو جاتا ہے جس میں مافوق فطری عناصر پر مشتمل قصہ کو بیان کیا گیا ہے لیکن یہ داستان منظوم ہے۔ اس لیے اردو میں نثری داستانوں کا باقاعدہ آغاز 1635 میں منظر عام پر آئی ملا وجہی کی نثری کتاب 'سب رس' سے ہوتا ہے۔

وجہی کا اصل نام اسداللہ تھا۔ اس کی پیدائش دکن کے گولکنڈہ میں 1566 کے آس پاس ہوئی تھی۔ وجہی شاعر بھی تھا۔ اس نے اپنی شاعری کا آغاز ابراہیم قطب شاہ کے زمانے (1580–1550) میں کیا۔ ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ وجہی نے دکن کے مزید تین سلاطین محمد قلی قطب شاہ، محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کا زمانہ دیکھا تھا۔ آخر الذکر بادشاہ عبداللہ قطب شاہ (1672–1626) کی فرمائش پر وجہی نے 'سب رس' تحریر کی تھی جو بقول ابن کنول 'ایک ایسا روحانی اور رومانی تمثیلی قصہ ہے جس میں مذہبی رموز و نکات کے ساتھ ساتھ حسن و عشق کے معاملات، ہجر و وصال کی کیفیات اور محبت و رقابت کے جذبات کو پیش کیا گیا ہے۔'

'سب رس' کے تقریباً سو سال بعد شمالی ہند میں فضل علی فضلی کی 'کربل کتھا' ملتی ہے۔ یہ کتاب ملا حسین واعظ کاشفی کی مشہور فارسی کتاب 'روضۃ الشہدا' کا آزاد ترجمہ ہے۔ فضلی نے اسے 33-1732 میں اردو میں منتقل کیا۔ بعد ازاں 48-1747 میں اس پر نظر ثانی کر کے فضلی نے اسے شائع بھی کروایا۔ اس کتاب میں کربلا کے پردرد المیے اور امام حسین کی شہادت کو کہانی کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ 'کربل کتھا' کا موضوع چونکہ مذہبی ہے اس لیے اس کے داستان ہونے پر اکثر سوال قائم کیا جاتا ہے۔ البتہ نواب عیسوی خاں بہادر کی طبع زاد داستان 'قصہ مہر افروز و دلبر' کو شمالی ہند کی پہلی باقاعدہ داستان کہا جا سکتا ہے۔ اس داستان کے سال تصنیف کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس کے شواہد ضرور موجود ہیں کہ یہ داستان محمد شاہ (48-1719) یا احمد شاہ (54-1748) کے زمانے میں مکمل ہو گیا تھا۔ اس اعتبار سے اس کا سالِ تصنیف 1752 قرار دیا جا سکتا ہے۔ 'قصہ مہر افروز و دلبر' دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں اصل قصہ ہے اور دوسرے حصے میں نصیحت نامہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کی زبان نسبتاً آسان ہے۔ عیسوی خاں بہادر نے 'قصہ مہر افروز و دلبر' کو فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ و تراکیب سے بوجھل نہیں بنایا ہے۔

اردو داستانوں کے ارتقا میں 'نو طرز مرصع' کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کے مصنف میر محمد حسین خاں تحسین ہیں۔ یہ داستان دراصل ایک فارسی داستان 'قصۂ چہار درویش' کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے 75-1774 میں منظر عام پر آیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فارسی ہی کو معیار مانا جاتا تھا۔ خود عطا حسین خاں تحسین کے

ممدوحین بھی فارسی سے آشنائی رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ قصہ ٔ چہار درویش کو اردو کا جامہ پہناتے وقت تحسین نے عربی اور فارسی کے زیورات سے آراستہ کردیا۔نتیجتاً اس کی نثر بے حد ادق اور پیچیدہ ہوگئی ہے۔

'نوطرز مرصع' کے بعد مہر چند مہر کی ایک کتاب 'نو آئینِ ہندی' ملتی ہے جسے مہر نے اپنے شاگرد کے لیے نصابی ضرورت کے تحت لکھی تھی۔مہر نے پہلے تو اس کا نام 'قصہ ملک محمد و گیتی افروز' رکھا۔ بعدازاں انھوں نے 'نوطرز مرصع' کے انداز پر اس کا نام 'نو آئینِ ہندی' رکھا۔تحسین کے برعکس مہر نے اس داستان کے لیے سلیس، سادہ اور عام فہم نثر کا استعمال کیا ہے۔فارسی تراکیب سے احتراز کیا ہے۔ بقول گیان چند جین 'مہر نے اٹھارہویں صدی کے آخر میں وہ زبان لکھی جو پون صدی بعد علی گڑھ تحریک کے زیر سایہ پروان چڑھی، جو آج سکہ ٔ رائج الوقت ہے۔'

اردو داستانوں کے ارتقا میں شاہ عالم ثانی کی تحریر شدہ داستان 'عجائب القصص' نے بھی اہم رول ادا کیا۔منشی ذکاء اللہ کے مطابق 'عجائب القصص' چار جلدوں پر مشتمل تھی۔اس کی چاروں جلدیں تو اب نہیں ملتیں البتہ اس کی پہلی

دو ضخیم جلدیں دستیاب ہیں جو کل 930 صفحات پر مشتمل ہیں۔اٹھارہویں صدی کے اخیر (93-1792) کی تحریر کردہ (جبکہ شاہ عالم ثانی نابینا کردیے گئے تھے) اس داستان میں شاہ عالم ثانی نے دہلی کے عوام وخواص میں رائج روزمروں اور محاوروں کو بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔مہر کی طرح شاہ عالم ثانی نے بھی سلیس، سادہ اور عام فہم اسلوب اختیار کیا ہے۔

اٹھارہویں صدی کے بعد انیسویں صدی کے آغاز سے ہی ہمیں متعدد داستانیں ملنا شروع ہوجاتی ہیں۔اس ضمن میں سب سے پہلے فورٹ ولیم کالج کے شعبہ ٔ ہندستانی کا ذکر کیا جاتا ہے جس کے زیر اہتمام میر امن، حیدر بخش حیدری، میر شیر علی افسوس، بہادر علی حسینی، مظہر علی خاں ولا، مرزا کاظم علی جوان، نہال چند لاہوری اور للولال جی وغیرہ نے فارسی، عربی، سنسکرت اور دیگر زبانوں کے قصہ کہانیوں کو اردو کے قالب میں ڈھال کر اردو داستانوں کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا۔

'قصہ ٔ چہار درویش'، کو تحسین نے 'نوطرز مرصع' کے نام سے اردو کے قالب میں ڈھالا تھا لیکن اس کی زبان انتہائی مشکل اور فارسی آمیز تھی۔مقفیٰ اور مسجع عبارت آرائی کے سبب کم از کم انگریز افسران کو اس کے ذریعے اردو کی تعلیم نہیں دی جاسکتی تھی۔ لہٰذا فورٹ ولیم کالج میں قائم شعبہ ٔ ہندستانی کے پروفیسر اور سربراہ جان گل کرسٹ کی فرمائش پر میر امن نے فارسی 'قصہ ٔ چہار درویش' کو بول چال کی زبان میں 'باغ و بہار' کے عنوان سے پیش کیا۔ یہ داستان 1803 میں شائع ہوئی۔

حیدر بخش حیدری نے یوں تو 'قصہ مہر و ماہ'، 'لیلیٰ مجنوں'، 'ہفت پیکر'، 'تاریخ نادری'، 'گلشن ہند'، 'توتا کہانی'، 'آرائش محفل' اور 'گل مغفرت' جیسی داستانیں لکھیں لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت 'آرائش محفل' کو ملی۔اس داستان کو حیدری نے گل کرسٹ کی فرمائش پر 1802 میں لکھا تھا۔'آرائش محفل' میں عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے سات خیالی اسفار کی کہانی بیان کی گئی ہے۔یہ داستان بھی ایک فارسی کتاب پر مبنی ہے لیکن حیدری نے اپنی طرف سے بہت سی تبدیلیاں کردی ہیں۔ بقول گیان چند جین 'دوسری داستانوں کے برخلاف 'آرائش محفل' میں مناظر فطرت یا صنعت انسانی کے طویل بیانات نہیں جس سے ادبی قدر و قیمت میں کمی ہوتی ہے۔اس میں ہر جگہ قصے پر دھیان رکھا گیا ہے اور اسے لفظوں کی کفایت شعاری کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔'

میر بہادر علی حسینی نے میر حسن کی مشہور مثنوی سحرالبیان کو نثر میں منتقل کیا اور اس کا نام 'نثر بے نظیر' رکھا۔ نہال چند لاہوری نے 1803 میں گل کرسٹ کے کہنے پر عزت اللہ بنگالی کی فارسی میں لکھی گل بکاؤلی کی مشہور کہانی کا ترجمہ اردو میں کیا۔ نہال چند نے اسے آسان اور شیریں اردو میں لکھ کر 'مذہب عشق' نام دیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1804 میں منظر عام پر آیا۔ یہ وہی کہانی ہے جسے پنڈت دیا شنکر نسیم نے 1838 میں اپنی مشہور مثنوی 'گلزار نسیم' میں پیش کیا۔

انیسویں صدی کے اوائل میں فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام بلاشبہ اردو داستانوں کو بڑے پیمانے پر فروغ ملا لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے باہر بھی بہت سی داستانیں لکھی گئیں۔ اس حوالے سے انشاء اللہ خاں انشا کی داستان 'رانی کیتکی کی کہانی'، لکھنؤ کے محمد بخش مہجور کی داستانوں 'نورتن' اور 'گلشن نوبہار' اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی داستان 'فسانۂ عجائب' کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

انشاء اللہ خاں انشا کی داستان 'رانی کیتکی کی کہانی' 1803 میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کو اردو کے علاوہ ہندی والے بھی اپناتے ہیں۔ اس داستان کے لیے انشا نے جس طرح کی نثر استعمال کی ہے، وہ بے حد دلچسپ ہے۔ انھوں نے کوشش کی ہے کہ اس میں عربی، فارسی اور ترکی کے الفاظ نہ آنے پائے۔ برج اور اودھی سے گریز کیا ہے۔ سنسکرت آمیز ہندی کا بھی انھوں نے کم سے کم استعمال کیا ہے۔ انشا ایک آزاد منش آدمی تھے۔ تکلف اور تصنع کو ناپسند کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اس داستان میں سادگی اور بے تکلفی حاوی ہے۔

داستانوں میں طبع زاد، ماخوذ اور ترجمے کا فرق بڑی حد تک اعتباری ہوتا ہے۔ قصوں میں متعدد اجزا ایسے ہوتے ہیں جنھیں ادھر ادھر سے چن کر ایک نئی داستان تیار کر لی جاتی ہے۔ محمد بخش مہجور کی داستان 'انشائے گلشنِ نوبہار' کے بھی کئی اجزا اس سے پہلے کی داستانوں میں ملتے ہیں۔ مثلاً ادھیڑ عمر تک اولاد کا نہ ہونا، کسی کی تصویر دیکھ کر اس پر عاشق ہو جانا اور دیو کی جان کسی دوسری شے میں ہونا وغیرہ۔ محمد بخش مہجور کی اس داستان یعنی 'انشائے گلشنِ نوبہار' کو 'نوطرز مرصع' اور 'فسانۂ عجائب' کے درمیان کی کڑی تصور کیا جاتا ہے۔ مہجور کی یہ داستان 1805 میں منظر عام پر آئی۔

رجب علی بیگ سرور کی داستان 'فسانۂ عجائب' 1824 میں منظر عام پر آئی۔ یہ ایک طبع زاد داستان ہے۔ دوسری داستانوں کی طرح اس کا پلاٹ غیر مربوط ہے اور نہ ہی پیچیدہ۔ فسانۂ عجائب کی سب سے بڑی خوبی اس کا اسلوب اور ذکرِ معاشرت ہے۔ اگرچہ 'نوطرز مرصع' کی طرح اس میں بھی دقیق اور رنگین نثر کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں کے درمیان واضح فرق نظر آتا ہے۔ ابن کنول نے ایک جگہ لکھا ہے کہ 'نوطرز مرصع کے انداز میں ابتدا تا آخر تقریباً یکسانیت ہے۔ یعنی دقیق الفاظ، نامانوس تراکیب، تشبیہات اور استعارات کی بہتات ہے۔۔۔ اس کے برعکس 'فسانۂ عجائب' میں عام طور پر ہر باب کے ابتدائی پیراگراف میں سرور مقفیٰ، مرصع، مسجع نثر اور فارسی تراکیب کا استعمال ضرور کرتے ہیں۔ لیکن تھوڑی دیر میں سادگی کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں۔ وہ زیادہ دور اور دیر تک مصنوعی نثر نہیں لکھتے'۔

1837 میں نیم چند کھتری نے ایک فارسی کہانی 'قصہ گل وصنوبر' کو اردو میں منتقل کیا۔ ان سے قبل بھی اس کے ترجمے شائع ہو چکے تھے لیکن جو مقبولیت نیم چند کھتری کے ترجمے کو حاصل ہوئی، کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ اس کی بنیادی وجہ ماقبل ترجموں کے مقابلے اس کی نثر میں اعتدال اور میانہ روی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے ہر خاص وعام میں مقبولیت حاصل ہوئی۔

مغل بادشاہ محمد شاہ کے عہد حکومت میں محمد تقی خیال نے فارسی میں ایک داستان 'بوستان خیال' قلم بند کی تھی۔ پندرہ جلدوں پر مشتمل یہ فارسی داستان زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ البتہ انیسویں صدی میں اس کے بعض اردو ترجمے ہوئے۔ 'بوستان خیال' کا سب سے پہلا اردو ترجمہ عالم علی نے 'زبدۃ الخیال' کے نام سے 1840 میں کیا جو پہلی بار 1844 میں بھاگل پور سے شائع ہوا۔ بعدازاں کئی درباری داستان گویوں نے 'بوستان خیال' کی بعض جلدوں کو اردو میں منتقل کیا۔ لیکن اس کا سب سے اہم اردو ترجمہ دلی کے خواجہ امان کا ہے۔

خواجہ امان کا پورا نام خواجہ بدرالدین خان تھا جو الور کے مہاراجہ شیودان سنگھ کے یہاں ملازمت کرتے تھے۔ انہی کی فرمائش پر امان نے 'بوستان خیال' کو اردو میں منتقل کرنا شروع کیا لیکن کچھ عرصے بعد ان کے انتقال کے سبب یہ کام ادھورا رہ گیا جس کی تکمیل ان کے بیٹے خواجہ قمرالدین کے ہاتھوں ہوئی۔ 9 جلدوں پر مشتمل اردو 'بوستان خیال' میں متعدد قصے ہیں لیکن ہر قصہ مرکزی کردار معزالدین سے وابستہ ہے۔

انقلاب اٹھارہ سو ستاون کے بعد برصغیر کے حالات بڑی تیزی سے بدلنے لگے تھے۔ لوگ حقیقی زندگی سے روبرو ہوئے تو خیالی واقعات پر مبنی داستانیں زوال آمادہ ہونے لگیں اور اس کی جگہ اب ناول جیسی حقیقی کہانیوں نے لے لی تھی۔

1.6 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی سے آپ نے سیکھا کہ

- داستان ایک ایسی رومانی کہانی کو کہا جاتا ہے جس میں خیالی واقعات و حادثات کی بہتات و پیچیدگی، حسن و عشق کی رنگینی، مافوق فطری عناصر کی تحیر خیزی اور بیان کی لطافت پائی جاتی ہے
- داستان کی تعمیر و تشکیل مافوق فطری عناصر سے ہوتی ہے۔ اس میں جن، دیو، پریوں اور جادوگروں کے ساتھ ساتھ ایسے مردوں کو پیش کیا جاتا ہے جو طاقت، جوانمردی، جرأت، ہمت، جود و سخا، محبت، ایثار اور دیگر تمام خوبیوں میں عدیم المثال ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسی عورتوں کا بیان کیا جاتا ہے جن کی خوبصورتی دونوں جہان میں ناپید ہوتی ہے
- کسی بھی داستان کو فنی اعتبار سے مکمل بنانے میں قصہ یا واقعہ، پلاٹ، قصہ پن، کردار، مکالمہ، منظر نگاری، جذبات نگاری یا جزیات نگاری، نقطۂ نظر اور اسلوب یا زبان و بیان جیسے ضروری عناصر ترکیبی بے حد اہم رول ادا کرتے
- اردو میں نثری داستانوں کا باقاعدہ آغاز 1635 میں منظر عام پر آئی ملا وجہی کی نثری کتاب 'سب رس' سے ہوتا ہے
- انقلاب اٹھارہ سو ستاون کے بعد برصغیر کے حالات بڑی تیزی سے بدلنے لگے تھے۔ لوگ حقیقی زندگی سے روبرو ہوئے تو خیالی واقعات پر مبنی داستانوں کی جگہ ناول جیسی حقیقی کہانیوں میں انھوں نے دلچسپی لینی شروع کر دی تھی۔ نتیجتاً اردو داستانوں کا ارتقا رک گیا اور اب یہ صنف قصۂ پارینہ بن کر رہ گئی ہے

1.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ داستان کسے کہتے ہیں؟ اس کے فن پر روشنی ڈالیے؟

2۔ اردو کی پہلی باقاعدہ نثری داستان کا نام بتائیے۔

3۔ فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام لکھی گئی تین داستانوں کے نام بتائیں۔

4۔ 'نوطرز مرصع' کے مصنف کا نام بتائیے۔

5۔ رجب علی بیگ سرور کا تعلق کہاں سے تھا؟ ان کی داستان کا نام بتائیے۔

6۔ خواجہ امان نے کس فارسی کتاب کو اردو میں منتقل کیا تھا؟

1.8 سوالات کے جوابات

1۔ دیگر شعری اور نثری اصناف کی طرح داستان کی بھی دوٹوک تعریف تو نہیں کی جاسکتی۔ البتہ اس میں بعض ضروری عناصر مثلاً خیالی واقعات کا بیان، مافوق فطری عناصر کی تحیر خیزی، حسن وعشق کی رنگینی، واقعات و حادثات کی بہتات و پیچیدگی اور بیان کی لطافت کی بنیاد پر داستان کو ایک ایسی رومانی کہانی سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں خیالی واقعات وحادثات کی بہتات و پیچیدگی، حسن وعشق کی رنگینی، مافوق فطری عناصر کی تحیر خیزی اور بیان کی لطافت پائی جاتی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد قارئین یا سامعین کو فرحت و مسرت فراہم کرنا ہوتا ہے۔

داستان اس ماحول کی پیداوار ہے جہاں لوگوں کے پاس فراغت تھی۔ عوام روزگار اور آخرت کی فکر سے آزاد تھے۔ چنانچہ وقت گزارنے کے لیے انھوں نے جہاں عورت اور شراب کا سہارا لیا، وہیں داستان سننے اور سنانے کو بھی ایک اچھا مشغلہ متصور کیا۔ طوالت داستان کے فن کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ اس کے لیے قصہ در قصہ کی تکنیک استعمال کی جاتی ہے۔ اس کی تعمیر وتشکیل میں مافوق فطری عناصر کا بنیادی رول ہوتا ہے۔ اس میں جنوں، دیووں، پریوں اور جادوگروں کو کردار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ایسے مردوں کو پیش کیا جاتا ہے جو طاقت، جوانمردی، جرأت، ہمت، جود وسخا، محبت، ایثار اور دیگر تمام خوبیوں میں عدیم المثال ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسی عورتوں کو بھی پیش کیا جاتا ہے جن کی خوبصورتی دونوں جہان میں ناپید ہوتی ہے۔ دراصل ایسے کرداروں کے ذریعے داستان کو مسحور کن بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

2۔ 'سب رس' کو اردو کی پہلی باقاعدہ نثری داستان قرار دیا جاتا ہے۔

3۔ فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام لکھی گئی تین داستانوں کے نام ہیں- باغ و بہار، آرائش محفل' اور 'مذہب عشق۔

4۔ 'نوطرز مرصع' کے مصنف ہیں میر عطا حسین خاں تحسین۔

5۔ رجب علی بیگ سرور کا تعلق لکھنؤ سے تھا، ان کی داستان کا نام ہے 'فسانۂ عجائب'۔

6۔ خواجہ امان نے فارسی کتاب 'بوستان خیال' کو اردو میں منتقل کیا تھا۔

1.9 فرہنگ

لفظ	معنی
نوع	قسم، جنس، ڈھنگ
تخیل	وہ قوت جو خیالی صورتیں بنا کر وہم کے سامنے کھڑی کردے
طوالت	لمبائی، زیادتی
مسحورکن	جادو کرنے والا، جادوئی
فراغت	فرصت
مافوق فطری	قانون قدرت سے بالاتر، فطری قوتوں سے بالاتر، ایسی باتیں یا چیزیں جسے سن یا دیکھ کر انسانی عقل حیران رہ جائے
جود وسخا	سخاوت
عدیم المثال	جس کی کوئی مثال نہ ہو
ناپید	نہ ہونا
فرحت	مسرت، خوشی
ہجر	جدائی
وصال	ملاقات
بعید از قیاس	قیاس سے پرے
مفرس	فارسی زدہ
معرب	عربی زدہ
شواہد	شاہد کی جمع، گواہیاں
آشنائی	جان پہچان
آراستہ	سجا سنورا
ادق	مشکل
احتراز	بچنا
تصنع	بناوٹ
اسفار	سفر کی جمع
کفایت شعاری	کسی بھی چیز کا کم سے کم استعمال
مصنوعی	بناوٹی

یکسانیت	ایک جیسا
نامانوس	جسے ہم نہ جانتے ہوں
بہتات	کثرت، زیادتی

1.10 کتب برائے مطالعہ

1۔	کلیم الدین احمد	اردو زبان اور فن داستان گوئی	ادارۂ فروغ اردو، لکھنؤ	1965
2۔	حامد حسن قادری	داستان تاریخ اردو	مصنف، دہلی	2007
3۔	رام بابو سکسینہ	تاریخ ادب اردو (مترجم محمد عسکری)	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	2014
4۔	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	اردو نثر کا فنی ارتقا	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی	2006
5۔	گیان چند جین	اردو کی نثری داستانیں	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی	2006
6۔	وقار عظیم	داستان سے افسانے تک	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ	2003
7۔	ابن کنول	داستان سے ناول تک	کتابی دنیا، دہلی	2009
8۔	اطہر پرویز	داستان کا فن	اردو گھر، علی گڑھ	2010
9۔	سید احتشام حسین	اردو ادب کی تنقیدی تاریخ	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی	2011

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY